

ترجمہ: اس جنگ میں رسول علیہ السلام کے بہتر اصحاب خاک پر گرے اور بے کفن رہے

تخصیص عمّ جہاں پہلواں

کشیدہ شراب شہادت رواں

ترجمہ: خاص طور پر جہاں پہلوان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا (حمزہؓ) کی روح نے شہادت کی شراب نوش کی۔

زہے مرد میداں کہ در روز رزم

بہ یزداں رسیدہ بہ ہفتاد زخم

ترجمہ: مبارک ہے وہ مرد میدان جس نے لڑائی میں ستر زخم کھائے (اور اس حالت میں) اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا۔

جبشی نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا اور جگر نکال کر کچا ہی چبایا۔ (اس وقت) سپاہِ ملکوت کے سپہ سالار اور لشکرِ

جبروت کے صفدر (جبریلؑ) نازل ہوئے کہ اے جہاں پہلواں (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہی مصیبت ہے جس کی خبر آپ کو دی

گئی تھی اور جو (حضرت) عمرؓ اور (حضرت) سعدؓ کی رائے کے موافق تھی۔ ٹھیک ٹھیک اسی کے مطابق سوائے عمرؓ اور سعدؓ کے

اس جنگ میں خون شہادت کے ہم رنگ ہوئے یا زخمی ہوئے۔ مثنوی:

نماند از سپاہ دلیراں تنے

کہ زخمے نخوردہ ز تیغ اقلنے

ترجمہ: دلیروں کی فوج میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ بچا جس نے کسی تلوار باز سے زخم نہ کھایا ہو۔

بہ میداں رواں گشتہ دریائے خوں

ہمہ گوہراں کرد دریا بروں

ترجمہ: میدانِ جنگ میں خون کا دریا جاری ہو گیا۔ دریا نے اپنے تمام موتی ساحل پر پھینک دیے۔

اب اللہ تعالیٰ کے غضب اور فتنے کا وقت ہے (اس لیے) خود کو مردوں اور زندوں کے درمیان رکھ کر بخشنے والے سے

موافقت کریں۔ مثنوی:

از ہمہ مجروح نساں ز اں گروہ

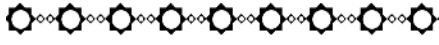
روئے زمیں گشتہ پڑ از کوہ کوہ

ترجمہ: اس گروہ کے نیزوں سے سب زخمی ہو گئے۔ پوری پہاڑی روئے زمین (خون سے) بھر گئی۔

گوہرِ خود کرد دراں کاں نہاں

گوہرِ ز اں کوہ ندارد زیاں

ترجمہ: اپنے گوہر اس کاں میں نہاں کر دیے۔ اس پہاڑ سے گوہر کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔



(اس) شکست سے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مراد یہ تھی کہ اصحاب کبار اور احباب نامدار جو لشکرِ ایمان کا ہراول اور عسکرِ ایقان کا قبلہ تھے اور جنھوں نے دین کے سرداروں کا منصب حاصل کیا تھا انھیں شہادت کی غنیمت اور سعادت کی قسمت کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملے، جیسے کہ اس آئیہ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وَالسَّبِقُونَ السَّبِقُونَ ۝ اُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝ فِي جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝ (وہ آگے رہنے والے، آگے (ہی) رہنے والے ہیں۔ وہی (اللہ کے) مقرب ہیں راحت کے باغوں میں)۔ کیوں کہ موت کی حد ختم ہونے کے بعد شہادت کا مرتبہ ہے۔ ماتوا اعطشانا و الكاس يدار بينهم یعنی تشنہ لب مرگئے اور ان کے درمیان سے ساغر دور کرتے تھے۔ محفلِ فردوس کے ساتی جامِ شربت اور ساغرِ قربت گردش میں لائیں گے۔ ہر ایک دوسرے سے اشارہ کرے گا (خوب پیو) دوست شربتِ قربت پیئیں گے اور وصالِ محبوب سے بہرہ مند ہوں گے۔ مثنوی:

زہے عیشے کہ وقتِ زندہ مردن

بہ پیشِ یار باشد جاں سپردن

ترجمہ: مبارک ہے وہ زندگی کہ جیتے جی مرتے وقت، محبوب کے سامنے اپنی جان سپرد کرے۔

غالباً حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ مسلمانوں میں سے جس کسی کو شکستگی پیش آئے اور اس سے ایمان میں سستی پیدا ہو تو ہرگز مایوس نہ ہو کیونکہ (اس صبر آزما) واقعے میں فتح و نصرت کی بشارت مضمحل ہوتی ہے۔ مثنوی:

مشو نو مید در وقتِ شکستن

در ابرو سر کہ باید شہد خوردن

ترجمہ: احساسِ شکست کے وقت ناامید نہ ہو۔ اگر تیوری میں بل پڑیں تو اس وقت شہد کھانا چاہیے (احساسِ غم کو طاری نہ ہونے دے)۔

درست آنست کاندہر ہر شکستے

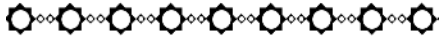
شکستہ بستہ گردد ہم درستے

ترجمہ: صحیح بات یہی ہے کہ ہر شکست میں حقیر اور کم تر شے کے لیے درستی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے (ہر زوال کو کمال ہے) غزوۂ بدر کے واقعے کے بعد عمر بن وہب الجہر الہمی اور صفوان بن امیہ باتیں کرنے لگے۔ عمر بن وہب کا باپ اور بیٹا بدر کے قیدیوں میں شامل تھے۔ صفوان نے کہا، بدر میں مارے جانے والوں کے خدانے ہماری زندگی ناخوش کر دی۔ عمر نے

لیپارہ ۲۷۔ سورہ الواقعہ، آیات ۱۰ تا ۱۲۔

۲ مطبوعہ سنہ (۲۸۶) پر یہ عبارت ہے۔ ”بعد از واقعه بدر عمیر بن وہب الجہر الہمی باصفوان بن امیہ و کر مضت“۔ اس عبارت سے کوئی مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ اسلامی تاریخوں میں یہ ہے کہ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ دونوں جنگ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ ”وکر مضت“ سہو کتابت ہے۔ مترجم نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تصنیف ”رحمۃ للعالمین“ سے ”باتیں کرنے لگے“ اخذ کیا ہے اور شامل ترجمہ کیا ہے۔

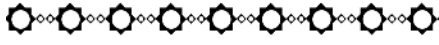
ملاحظہ فرمائیں جلد اول۔ لاہور ۱۹۷۳ء۔ ص ۱۰۷۔



کہا ہاں اس کے بعد ہمارے لیے زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اگر مجھ پر لوگوں کا قرض نہ ہوتا اور اہل و عیال کے برباد ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے مدینے جاتا۔ میں نے سنا ہے کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام بازارِ مدینہ میں اکیلے ہی چلتے پھرتے ہیں اور (اپنی حفاظت کے لیے) جمعیت کے ساتھ نہیں بیٹھتے۔ میرے لیے وہاں جانے کا بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کی قید میں ہے۔ صفوان نے کہا کہ تیرے قرض کی ادائیگی اور تیرے اہل و عیال کی دیکھ بھال میرے ذمے ہے۔ بس اس کام میں دیر نہ کر۔ صفوان نے اس کے زادِ راہ کا انتظام کر دیا اور اس نے (عمر بن وہب نے) اپنی تلوار تیز کی اور زہر آلود کیا۔ اس نے صفوان کو وصیت کی کہ تم اس راز کو پوشیدہ رکھنا اس کے بعد وہ مدینے کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچا تو مسجد کے دروازے پر اُتر، اپنی سواری کو باندھا تلوار کو گردن میں حائل کیا اور رسول علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ ایک جماعت کے ساتھ (مسجد نبوی میں) بیٹھے تھے، اچانک ان کی نگاہ عمر بن وہب پر پڑی فرمایا کہ اس کتے کو پکڑو کہ یہ خدا کا دشمن ہے اور بدر کے موقع پر اس نے کفار کو اکسایا تھا اور (مسلمانوں کی فوج کے) قلیل ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس جماعت نے اسے پکڑ لیا۔ پھر امیر المؤمنین عمرؓ نے رسول علیہ السلام کی خدمت میں تمام واقعہ عرض کیا رسول علیہ السلام نے فرمایا، اسے لے کر آؤ۔ امیر المؤمنین عمرؓ نے ایک ہاتھ سے اس تلوار کو جو عمر بن وہب کی گردن میں تھی مضبوطی سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کا دستہ پکڑا۔ (اس حالت میں) اسے رسول علیہ السلام کی خدمت میں لائے۔ انصار کی ایک جماعت کو رسول علیہ السلام کے آگے بٹھایا تاکہ اس کتے کے تعرض سے محفوظ رہیں۔

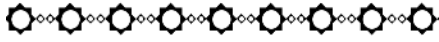
رسول علیہ السلام نے فرمایا، اسے چھوڑ دو اور اس سے فرمایا اے عمر آگے آؤ۔ پھر اس سے دریافت فرمایا کہ تم یہاں کس لیے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس قیدی کے لیے آیا ہوں جو آپ ﷺ کی قید میں ہے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے تلوار کیوں لٹکائی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تلوار کا منہ کالا ہو جو ہرگز ہمارے کام نہ آئی۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا سچ بتاؤ کہ اس کے بغیر تمہاری رہائی ناممکن ہے۔ اس نے کہا کہ میں سوائے اس مہم کے جو بتا چکا ہوں اور کسی کام سے نہیں آیا۔ (اس جواب پر) رسول علیہ السلام نے فرمایا، تم نے صفوان سے عہد نہ کیا تھا اور اہل قبیلہ کو یاد نہیں کیا تھا؟ کیا صفوان نے تمہارے قرض کی ادائیگی اور اہل و عیال کی کفالت کا ذمہ نہ لیا تھا؟ کیا تم محمد علیہ السلام کے قتل کے لیے نہیں آئے؟ بے شک تم اس مہم پر آئے ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہاری مراد کے درمیان حائل ہو گیا۔ (یہ سن کر) عمر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ انتہائی نقصان کے سبب میں آپ ﷺ کی بارگاہ سے محروم رہا۔ آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہوگئی، کیوں کہ یہ باتیں سوائے میرے اور صفوان کے کسی کے علم میں نہ تھیں۔ آپ کو بیشک خدائے تعالیٰ نے خبر دی ہے اور اس نے مجھے دولتِ اسلام سے مشرف فرمایا۔ رسول علیہ السلام نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآنِ تعلیم کرو۔ بعد ازاں (عمر بن وہب نے) مکے کی واپسی کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے



خلقِ خدا کو خدا کی طرف بلایا اور ایک بڑی جماعت ان کے واسطے سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔ منقول ہے کہ غزوہٴ احد میں (اسلامی لشکر میں) بھگدڑ مچ گئی۔ ابی بن خلف جو ایک گھوڑے پر سوار تھا رسولِ علیہ السلام کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اگر آج آپ ﷺ میرے ہاتھ سے بچ جائیں تو مجھے نجات حاصل نہ ہو۔ اس وقت رسولِ علیہ السلام حارث بن وہبہ اور سہیل بن حنق کا تکیہ کیے ہوئے تھے۔ ابی بن خلف نے رسولِ علیہ السلام پر حملہ کیا۔ مصعب بن عمیرؓ نے خود کو رسولِ علیہ السلام کا محافظ بنایا (یعنی سامنے آگئے) ابی کا نیزہ مصعبؓ کو لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ سہیلؓ کے ہاتھ میں بھی ایک نیزہ تھا۔ رسولِ علیہ السلام نے اُن سے وہ نیزہ لے کر بغل کی زرہ کے نیچے مارا۔ ابی وہاں سے گھوڑے پر سرپٹ بھاگا اور اپنی قوم میں پہنچا اور گائے کی آواز میں چیخنے لگا۔ ابو صفوان نے کہا، اے سردار! اس قدر کیوں چیخ رہے ہو؟ یہ نشان ایک (معمولی) خراش سے زیادہ نہیں ہے جس سے کسی طرح کا زخم نہیں ہوتا۔ ابی نے کہا، میدانِ جنگ کے سردار (علیہ السلام) نے یہ نیزہ مارا ہے (مجھے یاد ہے) وہ دن جب میں مکے میں تھا (تو حضور ﷺ نے) فرمایا تھا۔ جلدی وہ وقت آنے والا ہے جب تو میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہی میرے قاتل ہیں اور میں زندہ نہ بچ سکوں گا۔ خدا کی قسم میں اس زخم کی تکلیف کا احساس کر رہا ہوں اگر اسے تمام اہلِ جاز پر تقسیم کریں تو سب ہلاک ہو جائیں۔ بہر حال اسی طرح واویلا مچاتا رہا حتیٰ کہ اپنی جان دوزخ کے مالک کے سپرد کر دی۔

امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ جب لشکرِ اسلام رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگا تو یہ نعرہ بلند ہوا ”محمد قد قتل“ (تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے)۔ میں نے مقتولوں میں رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ میں نے کہا واللہ رسول اللہ علیہ السلام فرار نہیں ہوئے (شاید) قتل ہو گئے ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ اللہ نے ہم پر غضب کیا ہے اور رسولِ علیہ السلام کو ہمارے درمیان سے اٹھالیا ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ ہم مقاتلہ کریں یہاں تک کہ شہید ہو جائیں اور دنیا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر نہ دیکھیں۔ میں نے تلوار کے نیام کو توڑ دیا اور شہید ہونے کی ٹھان لی۔ بعد ازاں میں نے مشرکوں پر جو ایک جگہ جمع تھے حملہ کر دیا۔ وہ ادھر ادھر بکھر گئے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ رسولِ علیہ السلام اپنے مقام پر رونق افروز ہیں۔

غزوہٴ الرجیع میں جو ۴ ہجری میں ہوئی تھی، عاصم بن ثابتؓ شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کا سرتن سے جدا کرنے کا قصد کیا اور بسلا نہ بنت سعد کو بھیجا کہ عاصمؓ نے جنگِ احد میں میرے بیٹے کو قتل کیا اور میں نے منت مانی تھی کہ جس وقت عاصمؓ کا سر اس کے پاس لایا جائے گا تو ان کا سر لانے والے کو سواونٹ دوں گا اور اس کے کاسہ سر سے شراب پیوں گا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں جو عاصمؓ کی نعش کے گرد اڑتی رہیں اور جو کوئی اُن کے نزدیک جاتا اسے ڈنک مارتیں۔ اس کا چہرہ سوچ جاتا اور مرنے کے قریب پہنچ جاتا۔ کافروں نے کہا جب رات ہوگی تو زبور اڑ جائیں گی تب ان کا سر کاٹیں گے۔ جب رات ہوئی تو بہت سخت بارش ہوئی۔ سیلاب کا بڑا ریلہ آیا اور عاصمؓ کی نعش کو بہا کر لے گیا۔



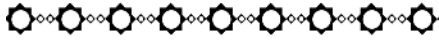
امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ عاصمؓ نے منت مانی تھی کہ کوئی مشرک انھیں نہ چھوئے اور کسی مشرک کا ہاتھ ان کے جسم تک نہ پہنچے۔ چونکہ منت کا عہد خود کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی وفات کے بعد ان کی نعش کو مشرکوں کے چھونے سے محفوظ رکھا۔

غزوہ خندق میں جب صحابہؓ خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر آ گیا۔ سب اس کے توڑنے سے عاجز رہے۔ حضرت سلمانؓ نے رسول علیہ السلام کو (اس مشکل مرحلے کی) خبر دی۔ رسول علیہ السلام خندق پر تشریف لائے حضرت سلمانؓ بھی ساتھ تھے۔ بعض صحابہؓ کنارے پر کھڑے تھے۔ رسول علیہ السلام نے ایک دھار دار پتھر حضرت سلیمانؓ سے لیا اور چٹان پر مارا اس کے ٹکڑے ہو گئے اور اس سے ایسی بجلی کوندی کہ تمام مدینہ روشن ہو گیا۔ رسول علیہ السلام نے فتح کی تکبیر بلند کی اور فرمایا کہ سب اہل اسلام تکبیر کہیں۔ سب نے تکبیر کہی۔ پھر دوسری ضرب سے ایک بجلی کوندی۔ رسول علیہ السلام اور سب نے مل کر تکبیر بلند کی۔ پھر تیسری ضرب نے یہی منظر پیش کیا۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں یہ کیا منظر تھا جو میں نے دیکھا کہ کبھی ایسا منظر نگاہ میں نہیں آیا۔ رسول علیہ السلام نے قوم کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ سلمانؓ نے جو کچھ دیکھا کیا تم نے بھی مشاہدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں، میں نے ارض کسریٰ (ایران) کے محل دیکھے جیسے کتوں کی قبریں ہوں۔ جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ محلات میری امت کے قبضے میں آئیں گے۔ دوسری ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں زمین روم کے سرخ محلات کو، کتوں کی قبروں کی مانند مشاہدہ کیا۔ جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان ملکوں تک آئے گی۔ تیسری ضرب سے جو بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے صنعا کے محلات دیکھے۔ ان کے بارے میں جبریلؑ نے مجھے خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔

واحدیؑ بیان کرتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے کسریٰ کے قصر سفید کے اوصاف بیان فرمائے تو حضرت سلمانؓ نے عرض کیا واللہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر سفید کی صفات بیان فرمائی ہیں قصر سفید ایسا ہی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، بے شک ملک شام فتح ہوگا اور ہر قتل اپنی مملکت کے اطراف سے بھاگ جائے گا اور شام پر حاکم ہوگا۔ پھر کسی کو تمہارے مقابلے کی ہمت نہ ہوگی۔ بے شک ملک یمن بھی فتح ہوگا اور

۱۔ واحدی۔ یہ غالباً مورخ ”واقدی“ ہے جو سہو کتابت کے باعث وحدی نقل ہو گیا ہے۔ مترجم کو تحقیقی وسائل دستیاب نہیں ہیں اس لیے متن کا تتبع کرتے ہوئے یہاں ”واحدی“ ہی تحریر کیا گیا ہے۔

۲۔ یہاں بھی عبارت میں غالباً سہو کتابت ہے۔ جب ہر قتل اپنی مملکت کے اطراف سے بھاگ جائے گا تو شام کا حاکم کیسے رہے گا؟ اہل اسلام شام کے حاکم ہوں گے چنانچہ یہ جملہ کہ فرار ہونے کے بعد ہر قتل حاکم شام ہوگا درست نہیں ہے۔ یہاں بھی مترجم نے اصل ماخذ دستیاب نہ ہونے کے باعث متن کی عبارت کو برقرار رکھا ہے اور اپنا احتمال پیش کر دیا ہے۔



کسری بھی مارا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا۔ حضرت سلمانؓ نے بیان کیا کہ جو کچھ رسول علیہ السلام نے فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے وہی مشاہدہ کیا۔

حضرت قدوة الکبراً فرماتے تھے کہ حضرت علیہ السلام اور کفار کے درمیان جو جنگیں ہونیں۔ ان کی کل تعداد بائیس ہے۔ پہلا غزوہ وڈان ہے جس میں لشکر اسلام ابواتک آیا۔ یہ ۱۰ ہجری کے دو ماہ اور دس دن بعد واقع ہوا۔ دوسرا غزوہ وعبیر ہے۔ اس میں امیہ بن خلف سردار قریش تھا۔

تیسرا غزوہ ایک ماہ اور تین روز بعد ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ کُرز بن جابر نے مدینے کے مویشی لوٹ لیے تھے۔ اس کا تعاقب کیا گیا تھا۔

چوتھا غزوہ، غزوہ بدر ہے جو مذکورہ واقعے کے بیس دن بعد واقع ہوا۔ یہ ہجرت کے ایک سال، آٹھ ماہ اور رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزرنے کے بعد رونما ہوا۔ اس میں صحابہؓ کی تعداد تین سو دس تھی اور مشرکین کی نو سو سے ایک ہزار تک تھی۔ اس دن کو ”یوم الفرقان“ بھی کہتے ہیں، کیوں کہ حق تعالیٰ نے اس دن حق اور باطل کو الگ الگ کر دیا۔ حق تعالیٰ نے بدر میں پانچ ہزار فرشتے حضرت علیہ السلام کی نصرت کے لیے بھیجے تھے۔

پانچواں غزوہ، غزوہ بنی قنیقاع ہے۔

چھٹا غزوہ سویق ہے جو ابوسفیان کے تعاقب میں عرب کی ”پتھر ملی“ زمینوں میں ہوا۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اکثر مشرکین اپنا زاد سفر (ستو کے بورے) چھوڑ گئے تھے۔ مسلمانوں نے اس سامان پر قبضہ کر لیا۔ ساتواں غزوہ، غزوہ نبی سلمہ ہے یہ جنگ پانی کے سبب سے ہوئی تھی۔

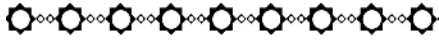
آٹھواں غزوہ ذی امر ہے جو ایک موضع کا نام ہے۔ کہا گیا ہے یہ آٹھواں غزوہ تھا اور ۲۰ ہجری کا چوتھا غزوہ ہے۔ نواں غزوہ احد ہے جو ۳۰ ہجری میں احد میں ہوا۔ اُن کے شمال (بائیں) کی جانب جبریلؑ اور دائیں طرف رسول علیہ السلام کے میکائیلؑ تھے۔

دسواں غزوہ بنی نضیر ہے جو احد سے سات ماہ دس دن بعد ہوا۔

گیارہواں غزوہ ذات الرقاع تھا جو غزوہ نضیر سے دو ماہ بیس دن بعد ہوا۔ وہاں صلوة الخوف ادا کی گئی تھی۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں صحابہؓ نے جوتے نہ ہونے کے سبب پیروں میں چھینٹے باندھے ہوئے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ذات الرقاع مدینے کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں سرخ، سیاہ اور سفید دھبے ہیں۔

بارہواں غزوہ دو متہ الجندل ہے جو اس سے دو ماہ چار روز بعد ہوا۔ اس میں دال پرزبر اور جدل پر پیش ہے۔ یہ ایک قبیلہ کا نام تھا جو حص سے انیس میل کے فاصلے پر تھا اور حص ایک مشہور موضع ہے۔

تیرہواں غزوہ، غزوہ نبی المصطلق ہے جو خزاعہ میں سے ہے۔ یہ غزوہ اس واقعے سے جسے افک کہتے ہیں پانچ ماہ تین



روز بعد واقع ہوا۔

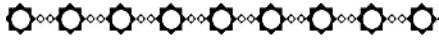
چودھواں غزوہ خندق ہے جو ۴ ہجری کے دو ماہ پانچ دن بعد ہوا۔  
پندرہواں غزوہ نبی قریظہ اس کے چھ روز بعد ہوا۔ قریظہ مدینہ طیبہ کے یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام تھا۔  
سولہواں غزوہ نبی ملحبان ہے، جو ہند کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ تین ماہ بعد واقع ہوا۔  
سترہواں غزوہ، غزوہ الغابہ ہے جو ہجرت کے چھٹے سال ہوا۔ اس میں حج<sup>☆</sup> و عمرہ ادا کیا گیا تھا۔ اسے غزوہ حدیبیہ بھی کہتے ہیں۔ حدیبیہ مکہ معظمہ کے قریب ایک موضع ہے۔  
اٹھارواں غزوہ خیبر ہے جو ۷ ہجری کے تین مہینے دس دن بعد واقع ہوا۔ اس کے چھ ماہ اور دس دن بعد عمرہ ادا فرمایا۔

اُنیسواں غزوہ فتح مکہ ہے جو ۷ ہجری کے آٹھ ماہ اور گیارہویں روز واقع ہوا۔  
بیسواں غزوہ غزوہ حنین تھا۔ اس غزوے کے ایک دن بعد جنگ میں ملائکہ نازل ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پہنچائی تھی۔  
ایکسواں غزوہ، غزوہ طائف تھا۔ اسی سال حج<sup>☆</sup> بھی ادا کیا۔ عتاب بن اسید کے لوگ بھی ساتھ تھے۔  
باہیسواں غزوہ تبوک ہے جو ہجرت کے نویں سال میں چھ ماہ اور پانچ دن بعد ہوا۔ اسی سال زید بن ارقم اور دیگر صحابہ کے ساتھ حج<sup>☆</sup> ادا فرمایا۔

حضرت زید بن ارقم نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں حصہ لیا۔ ابن اسحاق، ابو معشر، موسیٰ بن عقبہ اور اُن جیسے دس (۱۰) افراد کی مشہور رائے یہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) پچیس غزوات میں بذات خود حصہ لیا اور کہا جاتا ہے کہ ستائیس غزوات میں شریک ہوئے۔ سرایا اور چھوٹی جنگیں تقریباً پچاس ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان میں سے سات جنگوں، بدر، احد، خندق، بنو قریظہ، بنو مطلق اور خیبر میں شریک ہوئے۔<sup>۱</sup> اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی۔ غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ محافظوں کا ذکر ہوا ہے۔ وہ یہ تھے:  
سعد بن معاذ نے جنگ بدر میں حفاظت کی۔ ذکوان بن عبداللہ اور محمد بن میمنہ جنگ احد میں محافظ تھے۔ زبیر بن العوام، عباد بن بشیر، سعد بن وقاص، ابو ایوب انصاری اور بلال نے وادی العری میں نگاہ داشت کی۔ آئیہ کریمہ نازل

۱۔ مطبوعہ نسخے (ص ۲۸۹) میں سہولیات کے باعث ”سہ سال“ (تین سال) نقل ہوا ہے۔ مترجم نے علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف ”سیرۃ النبی“ جلد اول سے نقل کی ہے۔ لاہور طبع چہارم ۱۹۸۵ء ص ۴۱۸۔

☆ حج ۹ھ میں فرض ہوا جس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا اور خود اپنا پہلا اور آخری حج ۱۰ھ میں ادا فرمایا۔ (ناصر الدین) بحوالہ رحمت للعالمین ج ۱، ص: ۲۲۷ اور نبی رحمت، تیسرا ایڈیشن۔ ص: ۴۹۸۔  
۲۔ مطبوعہ نسخے (ص ۲۸۹) کے متن میں چھ غزوات کے نام نقل ہوئے ہیں۔ ساتویں جنگ کا نام تحریر نہیں کیا گیا۔



هُوئِي، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنَّ لَكَ تَفْعَلُ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط

(اے رسول پہنچا دیجیے جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو اپنے رب کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔)

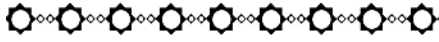
## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر

ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج <sup>☆</sup> ادا فرمایا۔ (اس حج میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رخصت کیا اور فرمایا، (وہ وقت) قریب ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے نہ دیکھو گے۔ اسی باعث اس حج کو ”حجۃ الوداع“ کہا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل دو حج کیے تھے۔ حج ۶ ہجری میں فرض کیا گیا۔ اس وقت تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔ مکہ ۸ ہجری میں فتح ہوا، چنانچہ رسول علیہ السلام نے اس سال عتاب بن اسیدؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا کہ لوگوں کو حج کرائیں۔ ۹ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا ان کے عقب میں حضرت علیؓ کو بھیجا تا کہ وہ سورہ برأت (سورہ توبہ) کے اس مضمون اور حکم سے اہل مکہ کو مطلع کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا نہ برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کرے گا۔ ۱۰ ہجری میں لوگوں میں اعلان کرایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد اس سال حج ادا کرنے کا ہے۔ اس اعلان کے بعد لوگوں کی کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئی اور ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں حج ادا کرے اور وہ اعمال بجلائے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت مدینے سے روانہ ہوئے۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے، سر میں تیل ملا، کنگھی کی اور خوشبو استعمال فرمائی اور ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا نیز ارشاد فرمایا، آج کی شب جو میرے نزدیک ہوا وہ میرے رب کے قریب ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس مبارک وادی میں دو رکعت نماز ادا کرو اور فرمایا کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور اسی موقع پر احرام کو واجب فرمایا جسے بے شمار لوگوں نے منجملہ ابن عباسؓ کے سنا۔ اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے لبیک کہا۔ جس وقت صحرا کی بلند زمین پر چڑھے تو لبیک فرمایا، چنانچہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) احرام باندھا، پھر سوار ہونے کے بعد جب اونٹنی سیدھی ہوئی اور جس وقت صحرائی ٹیلوں پر چڑھے تو لبیک فرمایا۔ کبھی عمرے کے لیے کبھی حج کے لیے لبیک کہا۔ اسی بنا پر کہا گیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط حج کے لیے احرام باندھا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ

۱۔ پارہ ۶۔ سورہ المائدہ، آیت ۶۷۔

☆ اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے کہ گذشتہ صفحات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بار حج ادا فرمانے سے مراد سفر عمرہ ہو سکتا ہے، حج نہیں (ناصر الدین)



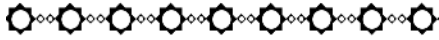


علیہ وسلم کے جسم اطہر کے نیچے پرانی زین تھی جس پر کبیل پڑا ہوا تھا اور جس کی قیمت چار درم سے زیادہ نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے حج کو ریا اور نمائش سے خالص فرما۔ حضرت جابرؓ نے یہ حدیث روایت کی کہ میں نے اپنی حد نظر تک دیکھا کہ آں حضرت ﷺ کے گرد گرد آگے پیچھے، دائیں بائیں پیادوں اور سواروں کا ہجوم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے۔ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا جس کی تاویل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حج میں) جو کچھ کیا، ہم سب نے اس کی پیروی کی۔ رسول علیہ السلام اتوار کے روز صبح کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے، اس راستے سے جو مکے سے بلندی کی طرف ہے اور جس کا نام بطحا تھا۔ اس کے بعد، اس حالت میں طوافِ قدم کیا کہ صبر و سکون کے ساتھ چادر مبارک اپنے بازوؤں پر لپیٹی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک بہادر شخص کی مانند تین چکر تیز رفتاری (رمل) سے اور چار طواف آہستہ چل کر پورے کیے۔ پھر باہر تشریف لائے اور کوہ صفا پر آئے اور پیادہ دوڑے۔ جب خلقت کا ہجوم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے تاکہ ہر شخص آپ ﷺ کی زیارت کر سکے۔ پھر مقامِ حجون کے اوپر قیام فرمایا۔

جب یوم الترویہ ہوا جو آٹھ ذی الحجہ کو ہوتا ہے تو آپ منا تشریف لائے اور وہاں نماز ظہر، عصر، مغرب، عشا اور فجر ادا فرمائی۔ بعد ازاں جب آفتاب بلند ہوا تو عرفات تشریف لے گئے۔ مقامِ نمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ کھڑا کر دیا گیا، سو آپ ﷺ نے وہاں آدھا دن قیام کیا۔ جب آفتاب نصف النہار سے گزر گیا تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کے ہمراہ ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ نماز ظہر اور عصر ملا کر ادا فرمائی۔ پھر موقف پر تشریف لے گئے اور اپنی اونٹنی پر جس کا نام قصویٰ تھا کھڑے ہو گئے۔ دعا فرماتے رہے اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتے رہے، حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ پھر غروب آفتاب کے بعد منزدلفہ لوٹ آئے اور رات وہیں گزاری اور وہیں نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد کوہِ قرح پر جو مشعر حرام ہے کھڑے رہے اور دعا فرماتے رہے نیز اللہ اکبر اور سبحان اللہ ولا الہ الا اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ صبح کی روشنی پھیل گئی۔ پھر طلوع آفتاب سے قبل واپس ہوئے اور اس وادی تک تشریف لائے جسے محسر کہتے ہیں اور اپنی اونٹنی کو دوڑایا۔ اس کے بعد منا تشریف لائے اور رمی جمار کیا یعنی اس ستون پر جس کا نام جمرۃ العقبہ ہے سات بار کنکریاں ماریں۔ پھر اپنی قیام گاہ پر واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ تھے۔ ایک نے اونٹنی کی لگام تھامی ہوئی تھی اور دوسرے نے دھوپ سے بچاؤ کے لیے کپڑا اتان رکھا تھا۔ (شان یہ تھی کہ) نہ لوگوں کو بیٹھا جا رہا تھا نہ آگے سے بٹھایا جا رہا تھا جیسے کہ سرداروں کی سواری کے آگے کرتے ہیں۔ نہ ایک طرف ہو جاؤ یا دور ہو جاؤ کی صدا بلند تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے مقام پر قربانی دی۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے لیے ۱۰۰ اسو جانور تھے، ان میں سے تریسٹھ ۶۳ آپ ﷺ نے ذبح فرمائے اور باقی جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو حکم دیا اور اپنی قربانی میں انھیں بھی شریک کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ خانہ کعبہ تشریف لائے اور اس کے سات طواف کیے۔ پھر زمزم پر آئے اور



پانی نوش فرمایا اور منا واپس ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منا میں بقیہ یوم النحر اور تین روز ایام تشریق میں قیام فرمایا اور ہر روز تینوں ستونوں پر پیدل چل کر سات سات بار کنکریاں ماریں۔ آپ ﷺ اس ستون سے جو مسجد خیف سے متصل ہے رمی جمار شروع فرماتے، اس کے بعد وسطی اور آخری ستونوں پر رمی جمار فرماتے تھے۔ پہلے اور وسطی ستون کے پاس دعا فرماتے تھے۔

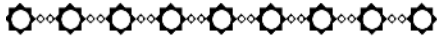
تیسرے روز آں حضرت ﷺ مقام محصب پر تشریف لے گئے، وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں ادا فرمائیں اور رات کو آرام فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُس رات مقام متعمیم پر عمرے کے لیے احرام باندھا اور جب حضرت عائشہ نے عمرہ ادا کر لیا تو رسول علیہ السلام نے سامان باندھنے اور سفر کرنے کا حکم دیا۔ (پہلے) طواف وداع کیا پھر جانبِ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کے لیے قیام دس روز تھا۔ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی صفت از اول تا آخر، اُن احکام و واقعات کے حوالے سے جو ہمیں دستیاب ہوئے، بیان کر دی ہے۔ اس میں مدینہ طیبہ سے روانگی اور پھر تشریف آوری کی تفصیلات سوائے اُن عمروں کے آگئی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے اور یہ تمام کے تمام ذیقعدہ میں واقع ہوئے۔ ان میں ایک عمرہ حدیبیہ مشرکین نے ادا کرنے سے روک دیا تھا۔ جب مشرکین نے صلح کر لی تو یہ شرط رکھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال عمرے کے لیے تشریف لائیں۔ مشرکین مکہ تین شبانہ روز مکے سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام کھول دیا اور ستر اونٹ جو آپ ﷺ اپنے ہمراہ لائے تھے ان کی قربانی دی۔ انھیں میں ابو جہل کا اونٹ بھی شامل تھا جس کی ناک میں چاندی کی نتھ تھی۔ اس اونٹ کے ذبح کرنے کے وقت مشرکین نے بڑے غیض و غضب کا اظہار کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عمرہ، عمرہ قضا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے ذی الحلیفہ پر احرام باندھا اور مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ جب عمرے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے وہاں تین روز قیام فرمایا۔ یہاں حضرت میمونہ جن سے آپ ﷺ نے عمرے سے قبل نکاح فرمایا تھا، اور خلوت نہ فرمائی تھی، خلوت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفان کو مشرکین کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں مزید تین روز قیام کروں اور ولیمہ کروں نیز اپنی زوجہ کے ساتھ خلوت کروں۔ مشرکین نے جواب دیا کہ ہمیں آپ ﷺ کے ویسے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ ہمارے پاس سے چلے جائیں، چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے باہر تشریف لے آئے اور مقام شرف میں جو مکے سے دس کوس کے فاصلے پر ہے اپنے اہل سے خلوت فرمائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا عمرہ، عمرہ الجعرانہ ہے۔ یہ ۸ ہجری میں ادا فرمایا۔ جب مکہ فتح ہوا، آپ ﷺ



جعرانہ تشریف لے گئے وہاں اہل طائف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام باندھا اور مکے میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا فرمایا۔ ماہ ذی قعدہ سے بارہ راتیں باقی تھیں جب آپ ﷺ نے رات کو عمرہ ادا فرمایا اور پھر جعرانہ واپس ہوئے اور صبح تک جعرانہ میں رہے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھا عمرہ حج کے ساتھ ادا فرمایا۔

## چھٹا شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے بیان میں

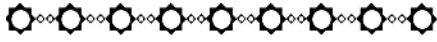
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں محمد ﷺ ہوں، احمد ﷺ ہوں، ماجی ﷺ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر ﷺ ہوں کہ میرے بعد مخلوق اٹھ کھڑی ہوگی۔ میں عاقب ﷺ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

دوسری روایت میں ہے، مقضی ہوں یعنی فیصلہ کرنے والا۔ میں نبی رحمت ﷺ ہوں اور نبی توبہ ﷺ ہوں۔ دوسری روایت میں ہے نبی جنگ یعنی جہاد (ہوں)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آں حضرت ﷺ کے یہ نام رکھے۔ بشیر ﷺ، نذیر ﷺ، سراج منیر ﷺ، رؤف ﷺ، رحیم ﷺ یعنی دوست اور دشمن پر بہت زیادہ مہربانی فرمانے والے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ، محمد ﷺ، احمد ﷺ، یسین ﷺ، مزمل ﷺ، مدر ﷺ، عبد اللہ ﷺ، مبین ﷺ اور مذکور ﷺ۔ تحقیق کہ بہت سے نام بیان کیے گئے ہیں لیکن میں نے ان میں سے مشہور نام بطور اختصار تحریر کیے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

فاتح ﷺ، متوکل ﷺ، وخاتم ﷺ یعنی توکل کرنے والے اور نبوت کو کھولنے اور ختم کرنے والے۔ ضحوک (خندہ پیشانی والے) قتال یعنی راہ حق میں جنگ کرنے والے۔ امین ﷺ، مصطفیٰ ﷺ، رسول ﷺ، نبی الامی (مخلوق سے ناخواندہ) قاسم ﷺ یعنی بھلائی تقسیم کرنے والے۔ بہر حال ان بہت سے ناموں میں سے چند مذکور ہوئے ہیں۔ بعض مشہور کتابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور نام ننانوے بیان کیے گئے ہیں (لیکن) فی الحقیقت ظہور کائنات اور صورتیں، سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ہیں۔ اس معنی پر مشتمل مشہور رباعی ہے: رباعی:

یارے دارم کہ جسم و جاں صورتِ اوست  
چہ جسم و چہ جاں جملہ جہاں صورتِ اوست  
ہر صورتِ خوب و معنی پاکیزہ  
کاندر نظر تو آید آں صورتِ اوست

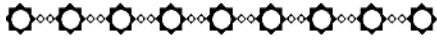


ترجمہ: میرا محبوب ایسا ہے کہ جسم و جاں اس کی صورت پر ہے۔ جسم و جاں کیا چیز ہیں تمام جہاں اس کی صورت ہے (بلکہ) ہر اچھی صورت اور پاکیزہ معنی جو تیرے مشاہدے میں آئے اس کی صورت ہے۔

## ساتواں شرف۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک اور ظاہری اوصاف کا ذکر

رسول علیہ السلام کا قدم مبارک درمیانہ تھا۔ نہ زیادہ دراز قدم تھے اور نہ زیادہ کوتاہ قدم تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں بازوؤں کے درمیان کم فرق تھا۔ آپ ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ نہایت چمکیلا تھا نہ بہت زیادہ سفید اور نہ گندم گوں۔ آپ ﷺ کے سر کے بال قدرے بل دار تھے۔ جب کہ آپ ﷺ بالوں کو بڑھائے ہوتے تو کان کی لوتک پہنچ جاتے اور جب بالوں کو چھوٹا کرتے تو آدھے کان تک نہ پہنچتے۔ آپ ﷺ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال ہیں بھی نہ تھے۔ گردن مبارک ایسی تھی جیسی تصویر کی گردن ہوتی ہے صفائی میں چاندی جیسی خوب روشن تھی۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک صبح اور روشن تھا اور چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا وجود مبارک حسن و اعتدال سے معمور تھا۔ آپ ﷺ صاحب علامت یعنی معجزہ تھے۔ خوبصورت اور حسین تھے۔ آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی اور آپ ﷺ کی پلکیں دراز تھیں۔ آواز نرم تھی اور آپ ﷺ کی گردن مبارک روشن اور چمک دار تھی۔ ریش مبارک کے بال گھنے اور خوب صورت معلوم ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور سے خوش وضع اور قریب سے شیریں معلوم ہوتے تھے آپ ﷺ شیریں کلام تھے۔ آپ ﷺ کے کلام میں لغویت، جھوٹ اور ٹھٹھول ہرگز نہ ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کا کلام موتیوں کی لڑی کی مانند ہوتا تھا جس میں موتی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ بھنویں باریک اور لمبی تھیں۔ دونوں بھنویں جڑی ہوئی نہ تھیں۔ دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی مبارک بینی دراز و بلند تھی جس پر نور نمایاں تھا۔ اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دراز بینی والا سمجھتا۔ آپ ﷺ کے دونوں رخسار مبارک برابر اور ہموار تھے آپ کے آگے کے دندان مبارک میں ریخیں تھیں۔ (جڑے ہوئے نہ تھے) آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جیسے کوئی شاخ ہو۔ آپ ﷺ کے شکم مبارک اور سینے پر سوائے اس کے کہ جو بیان کیا گیا ہے اور کچھ نہ تھا۔ دونوں بازوؤں (شانوں) پر بال تھے۔ جسم اطہر گوشت سے بھرا ہوا گھٹیلٹھا۔ سینہ مبارک اور شکم برابر تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ اور اعضا مضبوط تھے۔ آپ ﷺ کا بدن چمک دار تھا اور کلائیوں دراز تھیں۔ ہتھیلی کشادہ تھی۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں بلند (لمبی) تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے گہرے تھے۔ برابر اور نرم تھے۔ دونوں قدم مبارک اس طرح کے تھے کہ اگر



پانی گرایا جاتا تو پانی ڈھل جاتا (میل کچیل سے پاک تھے)۔ جب چلتے تو پائے مبارک قوت سے اٹھاتے اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھک پڑتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ اور نرمی سے چلتے تھے۔ جب کبھی تیز تیز چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی جانب اتر رہے ہیں۔ جب کسی شخص یا چیز کو دیکھنا چاہتے تو اچھی طرح سے دیکھتے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جیسے چکوریاء کبوتر کا انڈا ہوتا ہے۔ اس مہر کا رنگ جسم اطہر کے رنگ کے موافق تھا اور اس پر تل تھے۔ سینہ مبارک موتی کی مثل تھا۔ آپ کے سینے کے خوشبو ایسی تھی جیسی خالص مشک کی خوشبو ہوتی ہے (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یا بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے اس قدر اوصاف بیان کیے گئے ہوں۔

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ لباس یعنی مخطط پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کو چھوا تو وہ دیا اور حریر سے زیادہ نرم تھی اور کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے زیادہ خوشبو دار ہو۔ انھی سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

امین مصطفیٰ با لخبیر یدعو

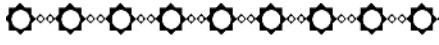
ضوء البدر زائلہ الظلام

ترجمہ: آپ ﷺ امین ہیں، برگزیدہ ہیں اور مخلوق کو نیکی کی طرف بلا تے ہیں۔ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہیں جو تار کی دور کرتا ہے۔

## آٹھواں شرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی اوصاف کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول علیہ السلام کے اخلاق کے بارے میں بتائیں، انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ناخوش ہوتے تھے اور اس کی رضا کے لیے خوش ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ اپنے نفس کے لیے کسی سے ناخوش ہوئے۔ جب یہ ملاحظہ فرماتے کہ کسی نے ایسی بات کی ہے جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے تو اس سے انتقام لیتے تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ جب کبھی ہم حالت خوف میں ہوتے تھے تو آپ کی پناہ میں آجاتے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ فیاض تھے۔ آپ ﷺ نے کسی سے کبھی سوال نہیں کیا۔ پھر (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید) فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔ ملکوں سے بے شمار درہم و دینار آتے



تھے، چنانچہ رات ہونے سے پہلے ہی آپ (اللہ کی راہ میں) خرچ فرمادیتے تھے۔ آپ ﷺ صرف ایک سال کے لیے اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ رکھ لیتے تھے اور وہ بھی گندم۔ اگر خرما، جو، میدہ یا اسی طرح کی چیزیں پاتے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا وہ اپنے نفس کے لیے جمع نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ (وہ خوراک جو) آپ سال بھر کے لیے، اہل و عیال کی کفالت کے بطور رکھتے تھے وہ خوراک سال کے اندر اندر ختم نہ ہو جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صاحب اہل و عیال سے کلام میں صادق ترین تھے۔ لوگوں سے زیادہ متحمل اور بردبار تھے۔ آپ ﷺ شرم و حیا میں اس سے بڑھ کر تھے جیسے کوئی کنواری لڑکی پردے میں ہوتی ہے۔ اپنی نگاہ مبارک نیچی رکھتے تھے۔ نظر مبارک زمین پر رہتی تھی۔ آپ ﷺ کی نظر آسمان کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ اگر کسی کو دیکھتے تو اکثر گوشہ چشم سے دیکھتے تھے۔

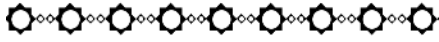
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ متواضع تھے۔ ہر کوئی خواہ وہ دولت مند ہو یا مفلس، شریف ہو یا ذلیل، ذمی ہو، آزاد ہو یا غلام، دعوت دیتا تو آپ ﷺ قبول فرما لیتے تھے۔ فتح مکہ کے دن، حضرت ابو بکرؓ اپنے والد کو قبول اسلام کے لیے، آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو بکر تم نے ایک ضعیف بوڑھے شخص کو یہاں لانے کی تکلیف دی۔ انہیں گھر میں رہنے دیتے، میں خود گھر چلا آتا حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا، محض ان کی بھلائی کے لیے، ان کے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بچے کے رونے کی آواز سنی، اس کی ماں آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے بچے اور اس کی ماں (کے اضطراب) کے خیال سے نماز مختصر کر دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ صاحب عفت تھے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کسی عورت کو نہ چھوا، مگر یہ کہ وہ عورت آپ کی مملوک تھی، منکوحہ تھی یا محرم تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ عظیم و معظم تھے۔ یہ عظمت و کرامت جسم کی فریبی کی وجہ سے نہ تھی (بلکہ اپنی ذات میں عظیم تھے) اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ساتھ بیٹھنے والے کو تکلیف نہ دیتے بلکہ اس کے لیے کشادگی پیدا فرماتے اور خود تنگ جگہ تشریف رکھتے۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفعۃً دیکھتا تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ جو شخص آپ سے میل جول رکھتا اور مصاحبت اختیار کرتا اس کے لیے اصحاب رفیق بن جاتے جو لوگوں کو خبردار کرتے کہ خاموش رہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں غور سے سنو اگر آپ ﷺ کسی کام کا حکم فرماتے تو اصحاب فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے۔ اگر کوئی شخص آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو آپ ابتداً اسلام سے کرتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا رتبہ بیان کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ بات اسی قدر ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں چنانچہ میرے لیے عبدہ ورسولہ (اللہ کا

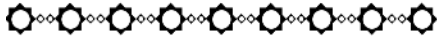


بندہ اور رسول) کہو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہر معاملے کی خبر گیری اپنے اہل خانہ سے زیادہ کرتے تھے اور فرماتے تھے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو دوست رکھتا ہے جو اپنے بھائیوں سے اس غرض سے ملنے جاتا ہے کہ ان کی خبر گیری اور مدد کرے۔ آپ ﷺ اصحاب کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے اگر ان میں سے کوئی موجود نہ ہوتا یعنی سفر میں ہوتا تو اس کے اہل و عیال کی خبر گیری فرماتے۔ ان میں سے اگر کوئی فوت ہو جاتا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ! (بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور بے شک ہم کو اسی کی طرف لوٹنا ہے) پڑھتے۔ اس کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بارے میں یہ محسوس فرماتے کہ اسے میری جانب سے شکایت ہے تو فرماتے کہ فلاں شخص مجھ سے رنجیدہ ہے یا اس نے میری کوئی تقصیر دیکھی ہے، مجھے اس کے پاس لے چلو، چنانچہ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ وہ (خوش ہو کر) آپ ﷺ کے حجرہ مبارک پر حاضر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے باغوں میں جو آپ ﷺ کی دعوت کرتا تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے۔ آپ ﷺ ارباب بزرگی کی تکریم فرماتے اور اہل علم و فضل کی عزت کرتے تھے۔ اپنا روئے مبارک کسی کی طرف سے نہ پھیرتے تھے۔ عذر کرنے والے کے عذر کو قبول فرما لیتے۔ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں، امر حق میں ضعیف و قوی، قریب و بعید یکساں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے علاحدہ ہو جاتے جو آپ ﷺ کے پیچھے چلتا اور فرماتے کہ میری پشت کو ملائکہ کے لیے چھوڑ دو اور اس شخص سے علاحدہ نہ ہوتے جو آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہوتا حالانکہ آپ ﷺ سوار ہوتے تو اسے بھی سوار کراتے۔ اگر وہ (سوار ہونے سے) انکار کرتا تو فرماتے کہ مجھ سے ارادہ کردہ جگہ تک علاحدہ ہو جاؤ۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا تشریف لے گئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابو ہریرہ تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سوار ہونا نہیں چاہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار ہونے کے لیے فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے ساتھ، سوار ہونے پر قادر نہ ہو سکے (گرنے لگے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سنبھالنے کی کوشش فرمائی (اس کوشش میں) آپ ﷺ اور ابو ہریرہ دونوں زمین پر آ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سوار ہوئے اور فرمایا، اے ابو ہریرہ میں تمہیں سوار کرتا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سوار ہونا نہیں چاہتا (حکم کی بجا آوری کے لیے سوار ہونے لگے) سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لٹک گئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو ہریرہ پھر دونوں زمین پر گر پڑے۔ تیسری بار فرمایا، اے ابو ہریرہ کیا میں تمہیں سوار کروں۔ انھوں نے عرض کیا ہرگز نہیں میں اس ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بے شک آپ ﷺ کو حق و راستی کے



ساتھ بھیجا گیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تیسری بار آپ ﷺ کو زمین پر گرنے کی زحمت دوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں اور کنیزوں پر کھانے یا پہننے کے بارے میں ہرگز سختی نہیں فرماتے تھے (بلکہ) اپنے خادم کی خدمت فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سفر ہو یا حضر، میں نے آپ کی اتنی خدمت نہ کی جتنی آپ نے میری خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میرے کام کے بارے میں نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اگر مجھ سے تساہل ہوتا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

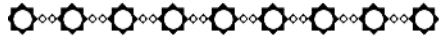
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر خود بکری (کا ذبیحہ) درست فرمالیتے تھے۔ (ایک مرتبہ) ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ (بکری کا) ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے عرض کیا کہ صاف کرنا میرے ذمے ہے۔ تیسرے نے عرض کیا کہ پکانا میرے ذمے ہے۔ پس رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جلانے کی لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمے ہے۔ اس پر سب نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کام کے لیے کافی ہیں (لکڑیاں بھی جمع کر لیں گے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کام کے لیے کافی ہو لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس معاملے میں تم سے جدا اور ممتاز نظر آؤں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے اصحاب میں خود کو سب سے جدا اور ممتاز ظاہر کرے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور لکڑیاں جمع کیں۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ جب منزل پر اترے تو ادائے نماز کے لیے مصلے کی طرف آگے بڑھے۔ ادائے نماز کے بعد فرمایا کہ میں اپنی اونٹنی کو چارہ کھلانا چاہتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ کے اس کام کے لیے ہم کافی ہیں۔ فرمایا اگر تم میں اتنے ہی اور لوگ شامل ہو جائیں تو اونٹنی کو چارہ نہیں کھلا سکتے۔

ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں تشریف فرما تھے کہ صحابہ کے ساتھ کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ اس اثنا میں حضرت صہیبؓ حاضر خدمت ہوئے۔ انھوں نے آشوبِ چشم کے سبب اپنی آنکھ کو چھپا رکھا تھا۔ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور انھوں نے کھجور کھانا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے صہیبؓ تم مٹھاس کھا رہے ہو حالانکہ آنکھ کے مرض میں مبتلا ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں صرف صحت مند آنکھ کی جانب سے کھجوریں کھا رہا ہوں۔ رسول علیہ السلام نے ان کے اس جواب پر تبسم فرمایا۔

اسی طرح ایک روز آپ ﷺ تازہ تازہ کھجوریں تناول فرما رہے تھے کہ حضرت علیؓ حاضر خدمت ہوئے۔ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ انھوں نے کھجوریں کھانا شروع کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے علیؓ تم دردِ چشم میں مبتلا ہونے کے باوجود مٹھاس کھا رہے ہو۔ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے ایک طرف ہٹ گئے حالانکہ آپ ﷺ انھیں دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کر کے سات کھجوریں ان کے سامنے ڈالیں پھر فرمایا،





تمہیں یہ سات کھجوریں کافی ہیں، ان سے تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا جب کہ تم طاق عدد کھجوریں کھاؤ۔ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے ثرید (شور بے میں چوری ہوئی روٹی) کی ایک ٹشتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفہ بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ثرید کو زمین پر پھینک دیا اور ٹشتری توڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ثرید اور ٹشتری کو سمیٹا اور فرمایا، تم نے اپنی ماں سے غیرت کی، تم نے اپنی ماں سے غیرت کی۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ازواج مطہرات سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک ام المؤمنین نے کہا یہ کلام، کلامِ خرافہ ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، جانتی ہو خرافہ کیا ہے؟۔ خرافہ قبیلہ عذرہ کا ایک شخص تھا۔ زمانہ جاہلیت میں وہ مدتوں جن کی قید میں رہا پھر جنوں نے اسے رہا کر دیا، چنانچہ یہ خرافہ تھا جو لوگوں سے جنوں کے برے قصے جو اس نے دیکھے تھے بیان کرتا تھا۔ اس بنا پر لوگ اس کی باتوں کو خرافہ کہنے لگے۔

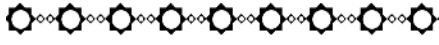
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے آتے تو مدت قیام کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک حصہ اپنے نفس کے لیے اور دوسرا حصہ اپنے اہل بیت کی خبر گیری کے لیے۔ پھر اس حصے کو جو آپ اپنے نفس کے لیے مقرر فرماتے دو حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا عام لوگوں کے لیے، چنانچہ عام و خاص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور یہ آپ ﷺ کی سیرت پاک میں شامل تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق میں ہمیشہ روا رکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اہل فضل کو ان کے دینی فضل کے اندازے کے مطابق پسند اور اختیار فرماتے۔ ان میں سے بعض کی ایک حاجت ہوتی اور بعض کی زیادہ حاجتیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان رہتے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھانے میں مشغول ہوتے اور انہیں ہر اس بات کی خبر دیتے تھے جو ان کے لائق ہوتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمہیں چاہیے کہ میرا حکم حاضر و غایب کو پہنچاؤ اور مجھے اس شخص کی ضرورت سے آگاہ کرو جو اپنی ضرورت (مجھ تک پہنچانے) کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس بے شک جو شخص بادشاہ کے پاس ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جسے اپنی حاجت (بادشاہ تک) پہنچانے کی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے دونوں قدم مضبوط کرے گا۔ آپ کی مجلس مبارک میں یہی باتیں ہوتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے محبت فرماتے اور انہیں ناخوش نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہر قوم کے سردار کے جو اس قوم کا حاکم ہوتا تھا، تکریم فرماتے تھے۔ نیک کام کرنے میں جو افضل ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوتا۔ جو شخص تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا وہ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں افضل ہوتا۔ جو شخص عام لوگوں کی غم خواری کرتا وہ آپ ﷺ کے نزدیک بزرگ تر ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھے یا اٹھتے تو اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ جب کبھی کسی مجلس میں تشریف لاتے تو جہاں



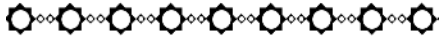
جگہ مل جاتی وہیں تشریف رکھتے اور صحابہؓ کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے۔ آپ ﷺ اپنے مصاحب کا پورا حق ادا فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آپ ﷺ کا مصاحب کسی دوسرے پر اپنی برتری کا اظہار کرے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھتا تو آپ اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ آنے والا خود نہ اٹھ جائے لیکن اگر کبھی ضروری کام ہوتا تو آنے والے کو مطلع کر کے اٹھ جاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خدمت گار یا عورت کو نہیں مارا (بلکہ) کسی کو بھی سوائے جہاد کے نہیں مارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی فرماتے تھے اور اسے اپنی فضیلت میں ہونا پسند نہیں فرماتے تھے (یعنی اس کا ذکر ناپسند فرماتے تھے)۔ برائی کے بدلے برائی اختیار نہ فرماتے تھے (بلکہ) بالکل معاف فرمادیتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے اور ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔ کسی شخص کو مفلسی کے باعث حقیر نہیں سمجھتے تھے نہ کسی دولت مند سے اس کی دولت مندی کے باعث مرعوب ہوتے تھے۔ نعمت کی خواہ وہ کتنی ہی کم ہو تعظیم کرتے تھے۔ کسی نعمت کی برائی ظاہر نہ فرماتے۔ اپنے پڑوسی کی نگہداشت فرماتے اور اپنے مہمان کی تکریم کرتے تھے۔ اس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھاتے تھے۔

(ایک مرتبہ) ایک خاتون جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں چنانچہ آپ نے اُن کے لیے اپنی چادر مبارک بچھائی اور خوش آمدید کہا اور انھیں اپنی چادر شریف پر بٹھایا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے مسکرا کر اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے حالاں کہ غمِ آخرت کے خیال سے اکثر غم زدہ اور متفکر رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات شریفہ اللہ تعالیٰ کے کام میں صرف ہوتے تھے یا اُن کاموں میں صرف ہوتے، جو لوگوں اور اپنے اہل و عیال کے لیے کرنا ضروری ہوتے۔ اگر کسی امر میں اللہ کا حکم نہ ہوتا تو آپ ﷺ دو چیزوں میں سے آسان تر چیز کو پسند فرماتے تھے۔ اگر آپ طبعاً رجیم نہ ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے گرد جمع نہ ہوتے، آپ ﷺ سے دور دور رہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام خود ہی انجام دیتے تھے۔ اپنے جوتے اور کپڑے خود ہی اٹھاتے تھے۔ گھر کے کاموں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے، اونٹ اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے غلام وغیرہ کو اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ اپنی چادر مبارک کے سرے سے گھوڑے کے منہ کو صاف کر لیتے۔ آپ ﷺ اپنے عصائے مبارک کو سر ہانہ بنا لیتے اور فرماتے تھے کہ عصا کو سر ہانہ بنانا انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چراتے تھے۔ انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس بچے کا جو آپ ﷺ کے خاندان میں پیدا ہوا، عقیقہ ترک نہیں کیا۔ نومولود کی پیدائش کے ساتویں روز آپ ﷺ اس کے سر کے بال مندھواتے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ فرماتے تھے۔

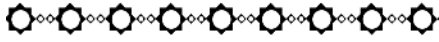


آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک کو پسند فرماتے تھے اور فال بد کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو خود ہی اپنے لیے تکلیف پیدا نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اس توکل کی برکت سے جو اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، اس تکلیف کو دور فرماتا ہے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی چیز پیش کی جاتی جو آپ ﷺ کو پسند ہوتی تو آپ ﷺ الحمد لله رب العالمین (اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) فرماتے اور اگر کوئی ایسی چیز جو آپ ﷺ کو پسند نہ ہوتی تو فرماتے، الحمد لله علیٰ کل حال (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے)۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے کھانا ہٹایا جاتا تو فرماتے: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَ آوَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، آرام کی جگہ عطا فرمائی اور ہمیں مسلمان (پیدا) کیا)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ فرماتے، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں بہت زیادہ شکر اس میں پاکیزہ برکت دی گئی، (اپنے) غیر سے مکتفی کیا، (اپنی ذات سے) نہ رخصت کیا، نہ بے پروا کیا، اے ہمارے پروردگار۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز کو پست رکھتے اور اپنے چہرہ مبارک کو ہاتھ یا کسی کپڑے سے چھپا لیتے اور الحمد لله کہتے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر قبلے کی جانب رخ فرما کر بیٹھتے اور جب مجلس میں تشریف رکھتے تو دونوں دست مبارک دونوں زانوے مبارک پر رکھتے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے فرماتے اور باتیں کم کرتے تھے۔ لایعنی باتیں بالکل زبان مبارک پر نہ لاتے۔ نماز کو زیادہ طول دیتے، اور خطبہ کو کم فرماتے۔ ایک نشست میں سو بار استغفار کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول شب میں نیند فرماتے، پھر نیند سے اٹھ جاتے۔ آخر شب میں نماز وتر ادا فرماتے تھے، پھر آرام کے لیے بستر پر تشریف لاتے اور جب اذان کی آواز سمع مبارک میں آتی تو بستر سے کھڑے ہو جاتے۔ اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آتے اور مسجد میں بحالت قیام نماز ادا فرماتے۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے پاس ہوتے تو اکثر نماز نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ نماز میں بہ سبب گریہ آپ ﷺ کی آواز دیگ کی آواز کے مشابہ ہو جاتی تھی۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، پیر اور جمعرات کو نیز ہر ماہ میں تین یوم روزہ رکھتے تھے۔ دس محرم کو بہت کم روزہ رکھتے تھے۔ جمع کے دن روزہ نہیں رکھتے اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں نیند کرتی تھیں لیکن دل وحی کے انتظار میں بیدار رہتا تھا۔ جب نیند فرماتے تو آواز نہ کرتے تھے۔ اگر خواب میں کوئی ایسی بات دیکھتے جس سے خوف پیدا ہوتا تو ہو اللہ لا شریک له کہتے۔ (اللہ وہ جس کا کوئی شریک نہیں)۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، سوتے وقت اپنا دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور دعا فرماتے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ



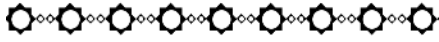
اَمُوْتُ وَاَحْيَا (اے میرے رب مجھے حشر کے دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھ اور فرماتے میں تیرے نام کے ساتھ نیند کرتا ہوں)۔ اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاَنَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاَلَيْهِ النُّشُوْر (اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا۔ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے وہ صاف اور واضح ہوتی تاکہ مصاحب اسے یاد کرے اور ہر بات تین بار فرماتے تاکہ سامع آپ ﷺ کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لے۔ اپنی زبان مبارک کو دنیا کے ذکر سے خاموش رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو جامع ہوتی تھی اس میں فضول قسم کا کلام نہ ہوتا، بطور مثال شعر بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مسکراتے رہتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ مسکرائے ہوں اور آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے ہوں۔ آپ ﷺ قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے کی برائی نہیں کی اور نہ عیب بیان کیا۔ اگر خواہش ہوتی تو تناول فرماتے، خواہش نہ ہوتی تناول نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے تکیے کا سہارا لے کر کھانا تناول نہیں فرمایا نہ خوان پر سجا ہوا کھانا تناول فرمایا۔ آپ ﷺ مباح چیز کھانے سے انکار نہ فرماتے تھے۔ تحفے میں آیا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے اور اس کے بدلے میں کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ کھانے کو سوگنھتے بھی نہ تھے۔ جو کھانا میسر ہوتا تناول فرمالیتے۔ اگر گوشت ہوتا تو گوشت، نان ہوتی تو نان اور شہد میسر ہوتا تو شہد ہی تناول فرماتے۔ اگر دودھ مہیا کیا جاتا تو اسی پر کفایت فرماتے۔ دودھ پینے کے بعد روٹی تناول نہ فرماتے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک (کھانے پینے کا) یہی طریقہ قائم رکھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے تشریف لے جانے تک جو کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی۔ آپ ﷺ کے اہل و عیال پر کبھی ایک مہینہ کبھی دو مہینے ایسے گزر جاتے کہ دولت کدے میں (طعام کے لیے) آگ روشن نہ ہوتی۔ آپ کا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، جب کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین کے خزانے عطا فرمائے تھے لیکن آپ نے انکار کیا اور قبول نہ فرمایا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہؓ کے ہاں اکثر تشریف لاتے تھے اور فرماتے کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اگر حضرت عائشہؓ عرض کرتیں کہ کچھ نہیں ہے تو فرماتے البتہ میں روزے سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کسی نے ہمیں تحفہ بھجوایا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا چیز ہے، انھوں نے عرض کیا کہ حلوہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، خیر دیر ہوگئی میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے (یعنی کچھ نہیں کھایا) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ تناول فرما لیجیے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ



وسلم نے سر کے کے ساتھ روٹی تناول فرمائی اور فرمایا کہ خوب ترین کھانا سر کے کے ساتھ روٹی کھانا ہے۔ آپ ﷺ پالتو مرغیوں کا اور سرخاب کا گوشت تناول فرماتے تھے کہ وہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے دست کا گوشت پسند فرماتے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ روغن زیتون کھایا کرو اور اپنے سروں میں ڈالا کرو، کیوں کہ بے شک وہ مبارک درخت کا تیل ہے۔ اشعار:

يا جاعل السنن النبى شعاره ودثاره

متمسكا بحديثه مستوفيا اخباره

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اپنا لباس کرنے والے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مضبوط پکڑنے والے سب لوگ آپ ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرتے ہیں۔

سنن الشريعة خذ بها متو سما آثاره

وكذا طريق فاقتبس فى سبلها انواره

ترجمہ: شریعت کے طریقوں کو آپ ﷺ کے آثار کی علامت یقین کر اور ایسے طریقوں پر عمل کر کے آپ کے نور سے راستے روشن کرنے کا فائدہ حاصل کر۔

هو قدوة لك فاتخذونى سنن شعاره

قد كان يقربى ضيفه يحفظ جاراه

ترجمہ: وہ تمہارے پیشوا ہیں پس آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنا لباس بناؤ۔ بے شک آپ ﷺ مہمان کی عزت فرماتے اور اپنے ہمسائے کی نگہداشت کرتے تھے۔

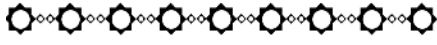
وتجالس المسكين يوثر قربه وجواره

الفقر كان رداؤه والجوع كان شعاره ط

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مساکین کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان سے قربت اور ہمسائیگی پسند فرماتے تھے۔ فقر آپ ﷺ کی چادر اور بھوک آپ ﷺ کا متصل جسم لباس تھا۔

ترجمہ شعر ۵۔ مغرور سردار قوم کے لیے جو آپ ﷺ سے ملاقات کرنے حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اس کی عزت کرنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

اس قصیدے کے نو اشعار ۳۰۴ (مطبوعہ نئے) پر نقل کیے گئے ہیں۔ ان میں سے چار اور نقل کر کے ترجمہ کر دیا گیا ہے باقی پانچ اشعار کی کتابت میں نقص ہے اور گرفت میں نہیں آتے۔ آخری دو اشعار کا فارسی ترجمہ بھی نہیں کیا گیا ہے۔ مترجم نے بوجہ نقص کتابت اپنی سمجھ کے مطابق ترجمہ کر دیا ہے اور اصل متن کے اشعار کو اردو ترجمے کے متن میں شامل نہیں کیا ہے۔ یہاں احتیاط کا یہی تقاضہ تھا۔



ترجمہ شعر ۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غرور نہ فرماتے تھے کہ اپنے پاجامے کو کھینچیں۔<sup>ط</sup>  
 ترجمہ شعر ۷۔ بے شک آپ ﷺ اپنے پڑوسی کو بہ سبب تواضع سواری پر بٹھا لیتے تھے خواہ وہ ایک سال سے آپ ﷺ کا پڑوسی ہوتا یا ایک رات اور ایک دن کا پڑوسی ہوتا۔

ترجمہ شعر ۸۔ منزل پر بکری کا دودھ خریدا۔ اپنی سنت کے ڈورے میں گرہ لگادی (سنت کو مضبوط فرمایا) خواہ وہ عمل برسوں کا تھا یا ایک دن رات کا۔

ترجمہ شعر ۹۔ منزل پر بکری کا دودھ خریدا۔ دشمن کا حق ادا کیا۔ وہ کیسے اچھے مہاجر تھے جن کی انصار عزت کرتے تھے۔

## نواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان

قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ دنیا جہان کے فصیح و بلیغ انسان قرآن مجید کی مثل (کتاب) پیش کرنے سے عاجز اور حیران رہے وہ ہی نہیں بلکہ ان جیسے اور لوگ بھی ان کے مددگار ہو جائیں تب بھی قرآن کی مثل پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ساحرانِ زمانہ اس کی سچائی اور ہدایت پر ایمان لائے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ اس کی مثل دس کامل سورتیں بنا کر لائیں لیکن ناکام رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات یہ ہیں۔  
 ان میں سے ایک حدیث سلیمان ہے۔ یہ ایک عالم کا قول ہے جو سال میں ایک بار بیت المقدس آتا تھا (اس نے کہا) بے شک میں جانتا ہوں کہ ملک عرب میں دنیا کا سب سے بڑا عالم مبعوث ہوا ہے۔ اگر تو وہاں جائے تو اُن سے ملاقات کرے گا۔ ان میں تین خاص باتیں ہیں:

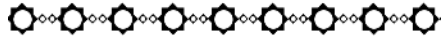
(۱) وہ تجھے کا کھانا تناول فرماتے ہیں۔

(۲) وہ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے۔

(۳) ان کے دائیں کندھے پر نرم ہڈی کے قریب ”مہربوت“ ہے جو کبوتر کے انڈے کی مانند اور جسم کے ہم رنگ ہے پس یہ باتیں سننے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں یہ علامتیں پائیں۔

اُن میں سے معراج میں تشریف لے جانے کے وقت آپ ﷺ کے سینہ مبارک کا کھولنا ہے۔ ان میں سے بیت المقدس کے بارے میں آپ ﷺ کا خبر دینا اور حالات بیان کرنا ہے حالانکہ آپ ﷺ اس وقت مکہ معظمہ میں

۱۔ چھٹے شعر کا صرف مصرع اولیٰ نقل کیا ہے دوسرا مصرع اصل متن میں تحریر ہی نہیں کیا گیا۔ شعر نمبر ۸ اور ۹ کا مصرع اولیٰ ایک ہی ہے۔ اس سے اصل کتاب میں سہو کتابت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح شعر ۷ اور ۸ کا مصرع ثانی لفظاً لفظاً ایک ہے۔ احقر مترجم نے اپنی سی ہر کوشش کی کہ کسی کتاب میں تصدیق کے یہ اشعار لائیں لیکن ناکام رہا۔ لاچار از روئے احتیاط ترجمہ کیا ہے جس کے درست ہونے میں مترجم کو احتمال ہے۔



تشریف رکھتے تھے۔ ان میں سے واقعہ شق ہے یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک لڑائی کے دن کافروں کی جماعت پر مٹھی بھر خاک پھینکی پس اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی۔ ان میں سے غار کا واقعہ ہے، جب کافروں کی جماعت آپ ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے نکلی لیکن آپ ﷺ کو دیکھنے سے معذور رہی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ سے خالی دونوں تھنوں پر دست مبارک سے مسح کیا اور وہ دودھ سے بھر گئے۔ آپ ﷺ نے خود دودھ پیا اور حضرت ابو بکرؓ کو بھی پلایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے حق میں دعا فرمائی (کہ وہ اسلام لے آئیں اور) اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت بخشے۔ ان میں سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے لیے دعا فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں موسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ان کے لیے دعا کی جب انھوں نے بے چینی کی شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علیؓ کی آنکھ میں ڈالا جب وہ مرض چشم میں مبتلا تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ حضرت سرہ غزوہ حنین میں زخمی ہو گئے تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے حق میں دعا فرمائی۔ ان میں سے حضرت جابر عبد اللہؓ کے اونٹ کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت جابرؓ کی کھجوروں میں برکت عطا فرمائی۔ ان میں سے آں حضرت ﷺ کا حضرت انسؓ کے لیے درازی عمر اور کثرت مال کی دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ سے حطیم (کعبے کی دیوار) نے شکایت کی اور آپ اُس وقت منبر پر تشریف فرما تھے۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عتبہ بن کعب کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کا سراقہ کے باب میں دعا فرمانا ہے جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت آپ ﷺ کو تلاش کر رہا تھا۔ ان میں یہ بھی ہے کہ درخت نے دریافت کرنے پر آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ ان میں سے یہ ہے کہ بنی عامر کے قبیلے کے ایک اعرابی نے کہا ہے بے شک ..... (چیزیں آپ ﷺ کا حکم مانتی تھیں)۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دو درختوں کو حکم دیا چنانچہ وہ (ایک جگہ) جمع ہو گئے پھر انھیں واپسی کا حکم دیا تو ایک دوسرے سے الگ

۱۔ مطبوعہ نسخے (ص ۳۰۶) پر صرف اسی قدر تحریر کیا گیا ہے۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ اس معجزے شریف کی عربی عبارت یہ ہے:

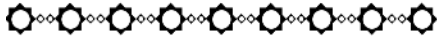
منھا ان اعرابیا من بنی عامر قال انک تفعل اشیا ذلک ان ادادیک۔

اس کا فارسی ترجمہ جو نقل کیا گیا ہے یہ ہے:

”و بعض از ایشاں اینست کہ یکی اعرابی بود از قبیلہ بنی عامر گفت ہر آئینہ میگونی چیز ہارا“

”چیز ہارا“ پر ترجمہ ختم کر دیا گیا ہے۔ عربی عبارت بھی صحیح نہیں ہے، اس لیے مترجم نے بدرجہ مجبوری ترجمے کو ادھورا چھوڑ دیا ہے اور قارئین سے معذرت

خواہ ہے۔ قیاسی مفہوم تو سین میں درج کر دیا گیا ہے۔



ہو گئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ نے انسؓ کو حکم دیا کہ وہ ابی حارس رحمہ اللہ کے باغوں کی جانب جائیں ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند فرما رہے تھے، چناں چہ ایک درخت زمین کو شق کرتا ہوا آیا حتیٰ کہ (سایے کے لیے) آپ ﷺ کے پاس کھڑا رہا۔ ان میں سے شجر و حجر کا اس رات کو جس میں آپ ﷺ مبعوث ہوئے سلام کرنا ہے۔ ان میں سے خشک درخت کے تنے کا گریہ کرنا ہے جب آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ ان میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا ہے، ان میں کھانے کا تسبیح کرنا ہے۔ ان میں بکری کے دست کا یہ کلام کرنا ہے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔

ان میں سے یہ ہے کہ اونٹوں نے شکایت کی۔ ان میں قتادہ بن نعمان کا چشمہ ہے۔ ان میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن پیش گوئی فرمائی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے امام حسینؑ کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا شہید کیا جائے گا۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نخعی کذاب کے مارے جانے کی خبر دی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چیز کے لپیٹے جانے کی خبر دی۔ فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی چنانچہ میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کا مشاہدہ کیا۔ ان میں سے آپ ﷺ کا ثابت بن قیسؓ کے لیے یہ فرمانا ہے کہ وہ خیر و خوبی کے ساتھ زندہ رہیں گے ان میں یہ ہے کہ ابولہب کی بیوی نے آپ ﷺ سے بے ادبی کی تھی چنانچہ سورہ تبت ید ابی لہب نازل ہوئی۔

ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص مرتد ہو گیا اور مشرکوں میں شامل ہو گیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے کعبے کے بت سرنگوں ہو گئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بازن بن المغصومہ بت کی پرستش کر رہا تھا چناں چہ اس نے آواز سنی کہ وہ بت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔ ان میں غیب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر گواہی دینا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ

۱۔ مذکورہ بالا عبارات کے علاوہ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۰۶ پر مندرجہ ذیل عبارتیں فارسی ترجمے کے بغیر نقل کی گئی ہیں:

منہا ان طیبہ وقعت فی شبکہ

منہا القیا و الصالحین ہن الابل

منہا اندر ادا نجر است بذامات اوسعا

منہا امة خبران الطوائف من امتی

منہا قوله بعثمان انه سقه

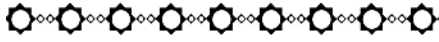
منہا قوله لا انصار لکم انکم سمتمون بعدی

احقر مترجم نے بعض فاضل دوستوں سے ان عبارات کے مفہوم کے بارے میں رجوع کیا لیکن کسی مفید مطلب نتیجے تک پہنچنے میں ناکام رہا۔ مترجم نے اپنی مجبوری کے پیش نظر ان عبارات کا ترجمہ زیر نظر اردو متن میں نہیں کیا ہے۔

۲۔ اس معجزے شریف کی عربی عبارت یہ ہے:

منہا امر انسان ان ینطلق الی نخلات ابی حارس رحمہ اللہ۔ لیکن فارسی ترجمے میں ”انسان“ کے بجائے ”انس“ دیا گیا ہے۔ مترجم نے اس حکم کو حضرت انسؓ پر محمول کیا ہے۔ معجزے شریف کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کیا وقوع پذیر ہوا۔





صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) سے اہل خندق کو کھلایا اور وہ ہزار افراد تھے۔ ان میں یہ ہے کہ بہت قلیل کچھوریں کھلائیں۔ ان میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو ہریرہؓ دو کچھور لے آئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک پھر شید کا پیالہ لایا گیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک ایک قدح دودھ سے اہل صفہ سیراب ہو گئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینبؓ نے بہت ہی کم ٹرید میں سے کھانا کھایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک پھر شید کا پیالہ لایا گیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی جو سے اسی افراد کو کھلایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ جابرؓ نے کہا، حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے۔ ان میں سے ہے کہ پانی کا پیالہ لایا گیا۔ ان میں سے دو توشے دان والی کا قضیہ ہے۔ ان میں سے یہ ہے جو جنگ تبوک میں واقع ہوا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ طلب کی تھی۔ ان میں سے یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ طائف میں تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک عورت بچے کو آپ ﷺ کی خدمت میں لائی تھی۔ ان میں سے تلوار کا زخم اچھا ہونا ہے۔ ان میں سے حاطب بن ابی بلتعہ کا خط و کتابت کرنا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ اس جماعت کے مردوں کے دونوں پیر لہبے تھے۔ ان میں سے زہر آلودہ کھانا کھانا ہے کہ وفات پائی اور اس کا اثر ظاہر ہوا۔

ان میں سے یہ ہے کہ ان کے لشکر میں ایک شخص تھا جو کسی چیز کو نہ چھوڑتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ جب وہ لوگ خندق میں حاضر ہوئے تو تھخہ پیش کیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حجاز کے تاجر ابی رافع سے مقاتلہ کیا جب وہ بلندی سے نیچے آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معجزات اور روشن دلیلیں بے شمار ہیں جن کا اندازہ ناممکن ہے۔

۱۰۱۱۷ اور ۱۸۔

۱۲ اس کے بعد مندرجہ ذیل عبارتیں صفحہ ۳۰۷ پر نقل کی گئی ہیں، جن کا ترجمہ عبارتوں کے ابہام کے سبب نہیں کیا گیا۔ ان کا فارسی ترجمہ بھی مطبوعہ نسخے میں نہیں کیا گیا ہے: منہا انہ عمر عمران یزود اربع مایۃ راکب۔ ان میں سے یہ کہ عمر عمران نے چار سو سواروں کا زور راہ دیا۔

منہا عن جابر بن عبد اللہ قال صلوة العصر و لیس معنا غیر فضیلت۔

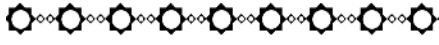
ان میں سے یہ کہ حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نماز عصر اور اس کے معنی نہیں بغیر فضیلت۔

۱۳ اس کے بعد ”منہا انہ انی یعقب فیہ“ ان میں سے یہ ہے کہ بے شک میں عاقب ہوں کی عبارت کا ترجمہ بہ سبب مبہم ہونے کے نہیں کیا گیا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ بھی مطبوعہ نسخے میں چھوڑ دیا گیا ہے۔

۱۴ مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۰۸ کی سطر ۱۷ اور ۸ پر نقل کیا گیا ہے:

(اصل عبارت) منہالی سم الطعام مات الذی معہ

(فارسی ترجمہ) بعض ازاں خوردن طعام زہر آلودیکہ وفات یافت واثر او ظاہر شد۔ اس کا ترجمہ اردو ترجمے کے متن میں کر دیا گیا ہے اگر کوئی صاحب علم اس روایت کی تحقیق سے متعلق مطلع فرمائیں تو احقر مترجم بے حد ممنون ہوگا۔



آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

## دسواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر

وہ پہلی خاتون جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا، حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بنی عبد العزیٰ بن قصی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ جب حضرت خدیجہ کا آپ ﷺ سے نکاح ہوا تو اس سے قبل دو اشخاص سے ان کا نکاح ہو چکا تھا۔ پھر وہ اپنی وفات تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی حیات میں کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا یہاں تک کہ حضرت خدیجہ نے وفات پائی۔

روایت ہے کہ حضرت علیہ السلام، حضرت عائشہ سے حضرت خدیجہ کی اس قدر اوصاف اور خوبیاں بیان فرماتے تھے کہ انھیں تفصیل سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہ کی ثنا کرنے سے نہیں اکتاتے تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہ غیرت کے جوش میں آجاتیں۔ حضرت خدیجہ پہلی خاتون تھیں جنھیں آپ ﷺ نکاح میں لائے۔

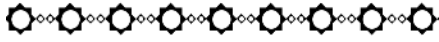
حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سودہ بنت زمعہ کو اپنے نکاح میں لائے۔ یہ نکاح مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل ہوا تھا۔ اس سے قبل حضرت سودہ، سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طلاق دینی چاہی لیکن انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی اور کہا کہ مجھے مردوں سے رغبت نہیں ہے لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا شرف چھوڑنا نہیں چاہتی۔

حضرت سودہ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق سے نکاح کیا یہ نکاح مکہ معظمہ میں ہجرت سے دو سال قبل ہوا اور بعض کہتے ہیں سات سال قبل ہوا۔ حضرت عائشہ نے مدینہ طیبہ میں ۵۸ھ ہجری میں وفات پائی اور بعض ۶۵ھ ہجری کہتے ہیں۔ انھیں بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ نے پڑھائی۔ ان کے علاوہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہ تھا۔ ان سے جنین (پیٹ کا بچہ) ساقط ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ بنت عمر سے نکاح کیا۔ نکاح سے پہلے وہ خنیس بن خلفہ حبیب کے عقد میں تھیں۔ حضور ﷺ نے انھیں طلاق دی تھی پس جبریل علیہ السلام آئے اور ان کی بے حد تعریف کی کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سے رجوع کریں چنانچہ ایسا ہی کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور حبشہ ہجرت کر گئی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ ابو مسلمہ کے نکاح



میں تھیں۔ وہ رسول علیہ السلام کی آخری بیبیوں سے تھیں اور سب سے آخری بی بی حضرت میمونہؓ سے پہلے نکاح میں آئیں۔ حضرت ام سلمہؓ بعد کی بیبیوں میں سے بھی تھیں اور ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ وہ یعنی حضرت زینب حضور علیہ السلام کی پھوپھی کی دختر تھیں جن کا نام امیمہ تھا۔ حضرت زینبؓ حضور علیہ السلام کے غلام زیدؓ بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زیدؓ نے انھیں طلاق دی جس کے بعد خدائے تعالیٰ نے آسمان میں اُن کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجؓ سے کہتی تھیں کہ آپ کے والدوں نے آپ کا عقد کیا ہے لیکن میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر کیا ہے۔ حضرت زینبؓ نے ۱۶ھ ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ بنت الحارث سے نکاح فرمایا جو غزوہ بنی مصطلق کے مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ بنت حی سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی کے ہجری کے غزوہ خیبر میں بطور لونڈی حاصل ہوئی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے انھیں اپنے لیے منتخب فرمایا اور انھیں آزاد کیا۔ یہی آزادی ان کا مہر تھا۔ (اس سے قبل) وہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں۔ (نکاح کے وقت) چھتیس سال کی تھیں، بعض کہتے ہیں پچاس سال کی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ بنت حارث سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی خالد بن ولیدؓ کی خالہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے موضع سرف میں نکاح پڑھایا۔ اس موضع کی بنیاد ریاد نے رکھی تھی۔ ان کی (حضرت میمونہؓ کی) وفات موضع سرف میں ہوئی اور یہیں دفن کی گئیں۔ ازواج مطہرات میں سے جس کا سب سے آخر میں انتقال ہوا وہ یہی بی بی تھیں۔ یہ پہلے سیرہ المعابری کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت میمونہؓ نے ۶۳ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مذکورہ) بیبیوں سے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا، مساکین کو کثرت سے کھانا کھلانے کے باعث انھیں ام المساکین

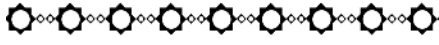
اس عبارت کے بعد مطبوعہ نسخے (ص ۳۰۹) میں یہ عبارت ہے۔

”و عبد اللہ بن عباس کے نکاح اور موضع سرف، و بنا کرد آں موضع را رایا دومردہ درو و دفن کرد۔ دوی آخرین ازواج و آخرین کسی کہ مردہ ازیشاں بود۔“

اس عبارت کے پہلے جملے میں ابہام ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا:

”اور عبد اللہ بن عباس کے نکاح ان کو موضع سرف میں“

کسی فعل کے شامل جملہ نہ ہونے کی وجہ سے عبارت مبہم ہو گئی ہے۔ شاید مراد یہ ہو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نکاح پڑھایا۔ واللہ اعلم بہر حال یہاں قیاسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اسی عبارت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی وفات تمام امہات کے آخر میں بتائی گئی ہے، جب کہ حضرت ام سلمہؓ سے متعلق بھی اسی صفحے پر یہی تحریر کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو سطر ۵ اور ۶۔



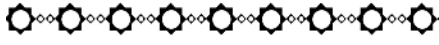
کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام سے نکاح کرنے سے پہلے حضرت زینبؓ عبد اللہ بن جحش کے عقد میں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طفیل بن الحرث کے نکاح میں تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک، اساف ہمشیرہ دحیہ الکلمی، اور اسما بنت کعب الجونیہ عمر بن زید سے نکاح کیا اور بنی کلب ثم بنی الوحید کی ایک خاتون سے نکاح کیا لیکن ہم بستری سے قبل انھیں طلاق دے دی۔ عفا کی ایک خاتون سے نکاح فرمایا۔ جب اُن خاتون نے کپڑے اتارے تو ان کے جسم پر سفید داغ (برص کے داغ) ظاہر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ تیمہ کی ایک عورت سے نکاح فرمایا، جب اس کے ساتھ داخل ہوئے تو اس نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ سے پناہ مانگتی ہوں پس آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ آپ ﷺ نے عالیہ بنت طنبیان سے نکاح فرمایا پھر بعد میں طلاق دے دی۔ آپ ﷺ نے بنت الصلت سے نکاح فرمایا لیکن وہ آنے سے پہلے انتقال کر گئیں۔ آپ ﷺ نے ملکیہ ایکشیہ سے نکاح فرمایا، جب داخل ہوئے تو فرمایا اپنے نفس کو ہبہ کر۔ عرض کیا کہ میں اپنے نفس کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک مرمرہ عورت (نازک عورت) کے پاس پیغام بھیجا۔ اس کے والد نے کہا کہ اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں، حالاں کہ اس کے جسم پر برص کے داغ نہ تھے چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ارادہ ترک فرمایا۔ وہ عورت واقعی مبروص ہوگئی۔ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا، پس کہا گیا کہ وہ کبھی مریض نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ عورت خدا کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے نکاح کا ارادہ ترک فرمایا۔ بیان کیا گیا ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے اُن خاتون سے نکاح کیا تھا۔ اس کے بعد جب اُن کے والد نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے انھیں طلاق دے دی اور ہم بستر نہ ہوئے۔ یہ واقعہ ابو معتبہ نے کتاب ”شرف النبوة“ میں بیان کیا ہے۔

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیس (۲۱) ازواج تھیں، ان میں سے چھ کو آپ ﷺ نے طلاق دی اور پانچ (۵) نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد گیارہ (۱۱) ازواج چھوڑیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک بی بی کو ان کے مہر میں پانچ پانچ سو درم عطا فرمائے تھے۔ جو کچھ کہا گیا ہے یہی صحیح تر ہے سوائے حضرت صفیہؓ کے پس ان کو آزاد کرنا ہی بے شک ان کا مہر تھا۔ ان کے بارے میں مہر ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں کی گئی۔ ان کے علاوہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر نجاشی نے ادا کیا۔

## گیارہواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر

حضرت خدیجہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے قبل اسلام پیدا ہوئے اور بعد اسلام حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ”ابو القاسم ﷺ“ ہوئی۔ پھر عبد اللہ پیدا ہوئے جن کا لقب



”طیب و طاہر ہوا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ طیب اور طاہر دو صاحبزادے ہیں۔ ان کے بعد حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔

محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں قبل اسلام پیدا ہوئیں اور صاحبزادے بھی قبل اسلام پیدا ہوئے اور قبل اسلام ہی بحالت شیر خوارگی وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال بچہ دو سال ہوا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال اس عمر میں ہوا کہ سواری پر سوار ہو جاتے تھے (یعنی سن تمیز کو پہنچ گئے تھے) لیکن صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہجرت کی۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں سوائے حضرت عبداللہ کے زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے پھر طیب اور طاہر کی ولادت ہوئی۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ تھیں پھر حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں پھر حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہؓ، اور حضرت کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

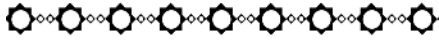
یہ تمام اولادیں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں اور مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کی کنیر ماریہ قبٹیہ سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ستر راتیں گزار کر وفات پائی۔ ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت سات مہینے کے تھے۔ بعض روایتوں میں اٹھارہ مہینے عمر بتائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادوں میں سوائے حضرت فاطمہؓ کے سب نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔

## بارھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ایک حضرت زینبؓ جن کا نکاح ابو العاصؓ بن ربیع سے ہوا۔ ابو العاصؓ کی والدہ ہالہ بنت خویلد تھیں اور وہ اہل مکہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا اکثر مال تجارت اور امانت میں لگا رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو کفار مکہ ابو العاصؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دو ہم تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیں گے جسے تم پسند کرو گے۔

ابو العاصؓ نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا اور مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ قریش کی کوئی عورت میری بیوی سے افضل ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت زینبؓ اور ابو العاصؓ میں علاحدگی کی سبب اسلام تھا، جب حضرت زینبؓ اسلام لائیں۔ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے درمیان علاحدگی کے سلسلے میں قادر نہ تھے، آپ ﷺ کے میں مغلوب تھے۔



جب مسلمانوں نے ابو العاصؓ کو گرفتار کیا تو انھوں نے ابو العاصؓ کی گرفتاری کی خیر بھیجی اور کہا کہ اگر فدیہ ادا کر دیں تو ہم انھیں رہا کر دیں گے، چنانچہ حضرت زینبؓ اپنے حجرے سے نکلیں اور اپنا سر نکال کر فرمایا، اے لوگو! میں زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، البتہ میں نے ابو العاصؓ کو پناہ دی۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فراغت حاصل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے لوگو! سنو ایک ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔

عمر بن شعیب نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو نئے مہر اور نئے نکاح کے ساتھ ابو العاصؓ کو لوٹا دی۔ حضرت ابو العاصؓ سے حضرت زینب کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جن کا نام علی تھا۔ انھوں نے کم عمری میں وفات پائی۔ پھر حضرت زینبؓ سے امامہؓ پیدا ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فرط محبت سے) انھیں نماز میں اپنی گود میں اٹھا لیتے تھے۔ حضرت امامہؓ زندہ رہیں۔ حضرت علیؓ نے ان سے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد نکاح کیا۔ یہ حضرت علیؓ کی شہادت تک ان کے پاس رہیں۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امامہؓ نے مغیرہ بن زید سے نکاح کیا اور ان ہی کی زوجیت میں امامہؓ کا انتقال ہوا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت فاطمہؓ تھیں۔ حضور علیہ السلام نے زمانہ اسلام میں ان کا نکاح حضرت علیؓ سے کیا۔ ان کے بطن سے حضرت حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ پیدا ہوئے۔ محسنؓ نے کم سنی میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے صاحبزادیوں میں حضرت رقیہ، زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہؓ کا انتقال بلوغت سے پہلے ہوا۔ زینبؓ سے عبداللہ بن جعفر نے نکاح کیا۔ زینبؓ نے ان ہی کے ہاں وفات پائی۔ حضرت زینب سے علی بن عبداللہ بن جعفر پیدا ہوئے۔

حضرت ام کلثوم سے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے نکاح کیا۔ ان سے زید بن عمرؓ پیدا ہوئے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ان سے عوف بن جعفر نے نکاح کیا لیکن کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی یہاں تک کہ عوف بن جعفر نے انتقال کیا۔ پھر حضرت ام کلثوم سے محمد بن جعفر نے نکاح کیا، ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں۔ محمد بن جعفر کی وفات کے بعد ام کلثوم سے عبداللہ بن جعفر نے نکاح کیا۔ ان سے بھی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ حضرت ام کلثوم کی وفات عبداللہ بن جعفر کے ہاں ہوئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن جعفر کی وفات ام کلثوم سے پہلے ہوئی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں ایک حضرت رقیہؓ تھیں۔ ان سے حضرت عثمان بن عفان نے نکاح کیا۔ ان سے عبداللہ پیدا ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ ہوئی۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی کنیت ابو عمر کی۔ حضرت عثمان سے نکاح ہونے سے قبل حضرت رقیہؓ کا نکاح عقبہ بن ابولہب سے ہوا تھا عقبہ بن ابولہب نے حضرت رقیہؓ سے اس وقت علاحدگی اختیار کی جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، چنانچہ جس وقت سورہ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی

۱۔ یہاں مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۱۱ پر عربی عبارت اور اس کے فارسی ترجمے میں ”عباس“ تحریر کیا گیا ہے جس کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو العاصؓ تھے جنھیں حضرت زینبؓ نے پناہ دی۔